رجسٹرڈ نمبر ۱ے ۲۰۲۷

منشی منظور علی صاحب علوی
پنجیبہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسد وطن از ملک سلیماں خوشتر | خار وطن از سنبل وریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر بادشاہی میکرد | می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

# کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

[illegible]

جلد ۶ | کاکوری شنبہ یکم جولائی ۱۹۳۹ء مطابق ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ | نمبر ۵

## ادبیات

### اُن سے خطاب

(از سید منیض الدین احمد کاکوروی)

دوش پر زلفوں کو جب تم نے پریشاں کر دیا | نکہت سنبل سے گھر رشک گلستاں کر دیا
پھرتے ہو آج تم زینت دہ باغ دہر بنا | پھر ادا سے چھیڑ کر غنچوں کو خنداں کر دیا
اللہ اللہ پھر دکھا کر حسن رنگیں کی بہار | عالم امکاں کو تم نے گل بداماں کر دیا
پڑ گیا غنچوں پہ عکس جمال دل فروز | ہر کلی کو آج پھر شمع فروزاں کر دیا
زیب تن تم نے کیا ہے آج جو دھانی لباس | پھر گلستاں میں بہار آنے کا ساماں کر دیا
اپنے جوڑے میں لگائے سطح بیلے کے پھول | گویا ایک ظلمتکدہ کو صبح خنداں کر دیا
خواب میں دکھلا کے مجھکو اپنا پر دلکش جمال | تم نے قرباں پھر مرے جینے کا ساماں کر دیا
لالہ و گل میں ہو رنگت چاند تاروں میں ضیا | جلوہ اپنا تم نے ہر شے میں نمایاں کر دیا

جان و دل کیا چیز ہے دین و ایماں تک منیض
ابتدائے عشق ہی میں نذر جاناں کر دیا

## "شاعری"

(اہل مغرب کی نظر میں)

(۱) شاعری کو عرف عام میں قوت متخیلہ کا اظہار کہہ سکتے ہیں۔ (شیلے)

(۲) شاعری زبردست جذبات کا فوری سیلاب ہے اس کے مخرج عالم سکوت کے فراہم کردہ جذبات ہیں۔ (ورڈس ورتھ)

(۳) شاعری فطرت انسانی کا آئینہ ہے۔ ( " " )

(۴) شاعری روح کی کائنات کے اظہار کی ایک سعی دائمی ہے جو جسم انسانی سے تجاوز کر کے حیات اور اسکے وجود کا باعث تلاش کرتی ہے۔ (ایمرسن)

(۵) شاعر ایک پیغمبر ہوتا ہے۔ (ایمرسن)

(۶) شاعری کو ہم تخیل موسیقی کہیں گے۔ (کارلائل)

(۷) حقیقی شاعری دماغ انسانی کا پرجوش اور مقفیٰ زبان میں جامد اور کامل اظہار ہے۔ (میتھیو آرنلڈ)

(۸) شاعری تنقید حیات ہے ان شرائط کے تابع جو ایسی تنقید کیلئے قوانین صداقت و حسن شاعرانہ کیطرف سے مقرر ہو۔ (میتھیو آرنلڈ)

(۹) شاعری سے انسان کے چال چلن اور حرکات سکنات کا پتہ چلتا ہے۔ (ٹینی سن)

(۱۰) شاعری انسان کے غصہ کو خوشی میں تبدیل کر دیتی ہے۔ (شکسپیر)

از ساقی کاکوروی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کاکوری اخبار

جلد ۶ | کاکوری۔ ہفتہ یکم جولائی ۳۹ء | نمبر ۵

## عرس پر طائرانہ نظر

کاکوری میں عرس کا زمانہ عجیب چہل پہل کا ہوتا ہے۔ دور دور سے معتقدین و متوسلین و زائرین تکیہ شریف کاظمیہ و ارباب وطن عرس میں شرکت کے لیئے آتے ہیں۔ میل، ملاقات اور تبادلۂ خیالات کا اچھا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ کئی سال سے عین عرس کے ایام میں بارش کی وجہ سے بڑی بے لطفی رہتی تھی اس بار دوسرے ہفتہ جون کی عرس کی تاریخیں تھیں اور گمان قطعی تھا کہ پانی نہیں برسے گا اور عرس سے دو ہفتہ پہلے تک شدید گرمی پڑ رہی تھی اسمیں بھی کمی ہو گئی تھی۔ لیکن اتفاقیہ طور پر ۸ جون کو بعد دوپہر ایک چھینٹا زور کا گرا جس سے یہ خیال ہوا کہ یہ سلسلہ عرس کے ایام میں جاری رہیگا لیکن اسی دن شب سے آسمان صاف ہو گیا اور تین دن عرس کے بخیریت گذرے میلہ تو ۸ جون ہی سے شروع ہو گیا تھا لیکن عرس کی ابتدا ۹ جون کو سہ پہر سے ہوئی۔ دوکانوں کی ترتیب کا بدستور سابق منتظمان نے اچھا انتظام کیا تھا لیکن سالہائے گذشتہ کے مقابلہ میں دوکاندار کم تھے اور عام اجتماع بھی کچھ زیادہ نہ تھا جس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنؤ کی فضا سنی شیعہ کے جھگڑے کے باعث نہایت مکدر ہو رہی ہے اسی وجہ سے لکھنؤ کے لوگ جو کثیر تعداد میں آتے تھے نہ آسکے بلکہ بیشتر معتقدین بھی حاضری آستانہ و شرکت عرس سے معذور رہے۔

سماع کی محفلیں بھی معمولی رہیں۔ قوال بہت آئے تھے اور کوئی چوکی بھی اہل محفل کو گرما نہ سکی۔ پچھلے سال کے مقابلہ میں اس مرتبہ قوالوں کو بہت کم ملا۔ تقسیم تبرک وغیرہ کے انتظام میں حسب دستور کوئی کمی نہیں تھی۔ تمام قصبہ کے علاوہ اہل میلہ کو بھی کھانے تقسیم ہوئے۔ اور ہمارے علم میں کسی کو تبرک نہ ملنے کی شکایت نہیں ہوئی۔ مولوی ضیاء الدین حیدر صاحب کے سوا اسبار اور کسی نے اپنا خیمہ نہیں لگایا۔ جس کی جانب ہم حضرات ثروت اہل قصبہ کو بار بار توجہ دلا چکے ہیں کہ اپنی آرام و آسائش سے اگر قطع نظر ہو تو پاس وضع داری بھی کوئی چیز ہے جو ہمارے قصبہ کے لیئے طرۂ امتیاز رہا ہے۔ ایام عرس میں اس مرتبہ ایک دستہ خاکساران کا بھی آیا تھا جو بلحاظ اپنی تنظیم اور باقاعدگی کے پبلک کے لیئے بہت زیادہ جاذب نظر تھا۔ عوام نہیں بلکہ بہت سے پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ حضرات نے اس تحریک سے دلچسپی کا صرف اظہار ہی نہیں بلکہ ان کے پاک و صاف اصولوں کو سن کر اظہار ہمدردی کیا۔ اور اس جماعت میں شامل ہونے کی آمادگی بھی ظاہر کی خاکساران نے اپنے مختصر قیام عرس میں پبلک خدمات بھی انجام دیں اور بعض کھوئے ہوئے بچوں کو ان کے والدین تک پہونچایا۔ سبز پوش مسلم نیشنل گارڈ نے بھی سبز ہلالی پرچم کے ساتھ دو روز برابر زیر قیادت قاضی اشہد علی عباسی و زیر کمان محمد کامل خان میلہ کا گشت کیا اور عوام و خواص کو اپنی جانب متوجہ رکھا۔ آخری قل کے بعد بلک کے مزار پر مسلم نیشنل گارڈ نے ترانہ بھی پڑھا اور جھنڈے کو سلامی کی رسم بھی ادا کی جس میں وہاں موجودہ بعض ممبران مسلم لیگ نے شرکت کی۔

آخری قل کے بعد میلہ کی چہل پہل دوسرے دن تک کم و بیش رہی اور دوکانداروں کی بکری بھی ہوئی۔

اخبار کا عرس نمبر شائع ہوا اور اس کی قدر و ناقدری کے متعلق ہمارا کچھ کہنا لاحاصل ہے۔ سالہائے گذشتہ میں جو روش تھی وہی اسمرتبہ بھی ظاہر ہوئی۔ گو ہمکو زحمتوں و دقتوں کا سامنا گذشتہ تین سال سے اسبار زیادہ کرنا پڑا کیونکہ مضامین کی کمی تھی اور آخر وقت تک مضامین کیلئے جد و جہد رہی اور عین وقت تک مضامین کاتب طلب کرتے رہے۔ بمجبوری عرس سے غیر متعلق ایک مضمون کو عرس نمبر میں جگہ دینا پڑی۔ اور عجلت میں غالباً اغلاط بھی رہ گئی ہوں گی۔ جس کے لیئے ہم اپنے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔

**ضروری گذارش:-** اخبار کا سال ۳۰ اپریل ۳۹ء کو ختم ہو چکا۔ بیشتر حضرات کے پاس شروع سال سے اخبار جارہا ہے وہ براہ عنایت اپنا چندہ سالانہ روانہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ وی۔ پی میں ہر دو کا نقصان ہوگا۔

منیجر کاکوری اخبار

# عالمِ خیال سے عالمِ مثال تک

(از حسن ابن ضیا صاحب علوی ضیا کاکوروی)

علامہ آزاد کا مضمون "سبحانِ عالم اور شہرت دوام کا دربار" پڑھ رہا تھا اور انکی ذہانت اور فطانت پر حیران ہو رہا تھا۔ اس قدر وسیع تخیل۔ اس قدر دقیق مشاہدہ۔ اس قدر سلیس زبان نہ معلوم ظالم کہاں سے اڑا لایا۔ جس چیز کو ہاتھ لگاتا ہے اپنا لیتا ہے۔ معنی و مطلب پر اتنا حیرت انگیز عبور اور کسی نثار کے یہاں ناممکن ہے۔ دل و دماغ دونوں مزے اٹھا رہے تھے۔ ایک کیفیت تھی لطیف احساسات کی جو اس پر طاری ہو رہی تھی۔ ایک رو تھی بیخودی کی جو اپنی رنگین موجوں میں بہائے لئے جا رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر آزاد اس وقت ہوتے اور موجودہ شعرا کا خاکہ کھینچتے تو لطف آجاتا۔ دل میں بار بار خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ کاش آزاد کا زور قلم پھر مل جاتا۔ تو میں خود لکھ ڈالتا۔ انھیں خیالات میں کو بہتا چلا جارہا تھا۔ اس سادی دنیا سے گذر کر ہیں ادب کی روح پرور دنیا میں سانس لے رہا تھا۔ رفتہ رفتہ نیند نے آنکھیں بند کر دیں۔ کیا دیکھتا ہوں جگہ ہے سرسبز و شاداب۔ ہرے بھرے کھیت کھڑے ہوئے ہیں سبزہ لہرا رہا ہے۔ پھول مہک رہے ہیں۔ دھان کے کھیتوں کو چیرتی ہوئی ایک نہر بہہ رہی ہے۔ رنگ برنگ کے طیور اترتے ہیں اور چہک چہک کے پانی میں پھڑ پھڑاتے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جب پتوں سے گذرتی ہے تو عجیب خوش آیند آوازیں سنائی دیتی ہیں بعض دفعہ جب آواز آجاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شعر پڑھ رہا ہے۔ یہ سماں دیکھ کر طبیعت میں ایک جوش، ولولہ، امنگ پیدا ہوئی۔ میں اپنے جذبات کو دبائے محو کھڑا تھا کہ ایک شخص نظر آیا بڑھ کر پوچھا "بھائی یہ کون سا مقام ہے؟" اس نے ایک تبسم کے ساتھ جواب دیا "یہ جگہ ملک سخن ہے اور اس سبزہ کی آبیاری شعر کے شیریں پانی سے ہوتی ہے" مجھے یہ سنکر اور بھی اچنبھا ہوا تمام پودے میٹھے میٹھے سروں میں شعر پڑھ رہے تھے۔ تھوڑے عرصے کے بعد آفتاب غروب ہو گیا۔ اور میں سو گیا۔ آنکھ کھلی تو دیکھا نہ وہ سبزہ ہے۔ نہ سبزہ زار۔ نہ وہ تری ہے اور نہ وہ نکھار۔ ہرے بھرے درخت سوکھ گئے ہیں۔ نہر خشک ہو گئی ہے۔ باد سموم کے جھونکے چاروں طرف چل رہے ہیں۔ زرد زرد پتے درختوں سے جھڑ رہے ہیں۔ میں حیران تھا کہ یا اللہ ایک رات میں یہ کیسا انقلاب۔ یہ ویرانی اور پریشانی کیسی۔ دل اداس ہو رہا تھا اور چاہتا تھا کہ چلا جاؤں کہ پھر وہی شخص دکھائی پڑا۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں جیسے کئی راتوں کا جاگا ہوا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا "میاں اب یہاں ٹھہرنا اچھا نہیں۔ ملک سخن اجڑ چکا باغات میں خزاں آگئی۔ شاعری ختم ہو چکی۔ اب یہ جو مرجھائے ہوئے پودے ہیں کبھی کبھی کوئی دھیمی سی آواز آجاتی ہے تو یہ محض رسمی شاعری ہے۔ جذبات سرد ہو چکے ہیں۔ اب صرف قافیہ پیمائی اور مبالغہ آمیزی ہے۔ مومن و غالب کا زمانہ گیا اب ایسے لوگ کہاں جو ہیں بھی وہ خال خال، میں سنتا رہا۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے۔ میں مایوس ہو رہا تھا۔ وہ آدمی پھر بولا "بہر حال ہمیں مایوس نہ ہونا چاہئے۔ ہر خزاں کے بعد بہار لازم ہے۔ دو جوان ہمت ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو خون جگر سے اس باغ کو سینچ رہے ہیں" میری کچھ ڈھارس بندھی پوچھا "پیر مرشد وہ کون سے ایسے نیک بخت ہیں" انھوں نے جواب میں فرمایا "آزاد و حالی" اور رخصت ہو گئے۔ تھوڑے عرصہ تک تو بہت بدمزگی سے دن گذرتے رہے یکایک مجھے اس ملک میں کچھ تغیر محسوس ہوا۔ نئے نئے پودے لگائے جا رہے ہیں۔ باغوں کے واسطے غیر ملک کی قلمیں بھی آئی ہیں۔ نہر پھر سے رواں ہے۔ مغرب کی جانب ایک چمن آراستہ ہے ہزاروں آدمی، اس میں بیٹھے خوش گپیاں کر رہے ہیں۔ دروازہ پر بڑے بڑے پھاٹک لگے ہیں۔ چمن میں زر و جواہر کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ لطیف نغمات سنائی دیئے۔ میں ایک گوشے میں کھڑا ہو گیا۔ کچھ لوگ ہنستے کھیلتے چلے آرہے تھے۔ سب سے آگے ایک شخص تھا جو سب سے پہلے آگے بڑھا۔ کسرتی جسم بڑی بڑی مونچھیں عنابی آنکھیں۔ لمبا کوٹ اور شلوار پہنے۔ اونچی دیوار کی ٹوپی سر پر چہرہ سے متانت ٹپکتی۔ غالب اور ... کی روح ساتھ ساتھ تھی۔ آدمی اور گویا سایہ کئے ہوئے تھی فلسفہ قدموں سے لپٹا خودداری اور خود اعتمادی آگے آگے۔ محبت اور اخوت گود میں۔ معلوم ہوا کہ یہ نئی شاعری کے روح رواں حضرت اقبال ہیں۔ لوگ پیشوائی کو لپکے اور سب سے اونچی کرسی پر بیٹھنے کی

درخواست کی۔ مگر انھوں نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ کہا ”مجھ گدائے بوریہ نشین کو ایک گوشہ ہی بس ہے،، تمام لوگوں نے بہ اصرار فرمائش کی۔ انھوں نے جو تین چار کتابیں ہاتھ میں لئے ہوئے تھے حاضرین میں تقسیم کر دیں تاکہ باری باری لوگ پڑھ لیں۔ کسی پر ”بانگ درا،، لکھا ہوا تھا کسی پر ”اسرار و رموز،، کسی پر ”بال جبریل،، تو کسی پر ”جاوید نامہ،، لوگوں نے ان کتابوں کو سر و آنکھوں پر رکھا اور دل میں جگہ دی۔ اترے ہوئے چہرے چمک اٹھے۔ سرد خون گرما کر رگوں میں دوڑنے لگا۔ محفل پھر سے آراستہ ہو رہی تھی۔ یہ اُن کے حیات بخش کلام کا اثر تھا۔ تھوڑی دیر میں ایک اور شاعر داخل ہوا۔ تندرست و توانا۔ پُر وقار چہرہ۔ شیروانی اور چوڑی دار پیجامہ پہنے داہنے ہاتھ میں تلوار بائیں ہاتھ میں شراب یہ حضرت جوش تھے۔ آتے ہی جوش و خروش سے نظمیں پڑھنا شروع کیں۔ کبھی اُن کے اشعار سے شعلے لپکتے اور کبھی شبنم کے قطرے ٹپکتے یہ اُنکی بیش بہا کتاب ”شعلہ و شبنم،، تھی۔ جوش نے اشعار پڑھنے کے بعد اقبال کی طرف دیکھا۔ انھوں نے بزرگانہ شفقت سے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ باہر کوئی دھیمے سروں میں گنگنا رہا تھا۔ سب کی نظریں دروازے پر جم گئیں۔ شیروانی پہنے، درمیانی قد کا ایک شخص نمودار ہوا۔ چھریرہ بدن ملائم چہرہ۔ اقبال نے کہا آؤ بھائی حفیظ آؤ کچھ تازہ شعر۔ حفیظ نے لے کے ساتھ اپنی نظم ”ابھی تو میں جوان ہوں،، پڑھی۔ محفل پر ایک عالم طاری تھا۔ جوش کے بعد انکو بھی جگہ مل گئی۔ دفعتاً اقبال نے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔ ”یہ کون؟،، ایک پستہ قامت شخص کھدر کی شیروانی پہنے بال دار ٹوپی سر پر جھکتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ آنکھیں بیتاب۔ لب پر تبسم۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا یہ روش ہیں۔ روش نے پہلو بدل کر ایک زوردار نظم گا کر ساتھ پڑھی۔ اقبال اور جوش دونوں تعریف کرنے لگے۔ حفیظ نے انھیں اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ دفعتاً ایک گروہ اور داخل ہوا۔ آگے آگے ایک شخص متین اور سنجیدہ معلوم ہوا یہ آگرہ اسکول ہے اور اسکے بانی مبانی حضرت سیماب ہیں۔ ان کے پیرؤں کی تعداد اچھی خاصی تھی۔ کسی کے ہاتھ میں کاغذ اور قلم کسی کے ہاتھ میں اخبار اور رسالہ۔ سیماب کے منہ سے ایک شعر نکلا اور لے اڑے جتنا چاہتے تھے لکھتے

اور جتنی چاہتے تھے تعریف کرتے تھے۔ سیماب نے اقبال کو دیکھا اور ترش روئی سے منہ پھیر لیا۔ جوش اور سیماب کی آنکھیں چار ہوئیں۔ دونوں کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے مگر جلد فرو ہو گئے۔ سیماب کے ساتھیوں نے انھیں اس کرسی پر جو اقبال کے لئے تھی بٹھا دیا۔ بس ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہر طرف سے صدائے مخالفت آنے لگی۔ بعض دل جلے تو چلا اٹھے کہ انھیں یہاں لائے ہی بیکار۔ بعض اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے ”کم از کم اس کرسی سے اتار دو،، مگر انھوں نے کسی کی نہیں سُنی اَنسُنی سی کی۔ ایک اخبار کے مدیر نے بڑھکر علامہ کی پگڑی ان کے سر پر باندھی جوش زیر لب مسکرائے اور خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ہی دوسرے دروازہ سے بھی آمد شروع ہوئی ایک خضر صورت بزرگ۔ سفید داڑھی۔ نیک مزاج داخل ہوئے۔ چہرے سے حسرت ٹپکتی تھی۔ کپکپاتی آواز سے جسمیں درد بھرا تھا ایک شعر پڑھا ؎

”ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی۔ اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی،، یہ حسرت موہانی تھے بعض نے بہت تعریف کی، بعض نے کچھ بھی نہیں کہا۔ اس کے بعد فانی آئے۔ یاس اور ناکامی کے نقوش اُن کے چہرے پر صاف نمایاں تھے۔ آنکھیں کچھ غمگین داستانیں سُنا رہی تھیں فانی نے درد بھرے لہجہ میں چند اشعار پڑھے۔ سامعین سکتے کے عالم میں تھے۔ کہ میر کی روح پھر کہاں سے آ گئی۔ مگر فوراً ہی فانی نے رنگ بدلا اور غالب کا قالب اختیار کر لیا۔ اور پھر خاموش ہو گئے اصغر کی آمد پر تعریف اور تنقیص دونوں کا بازار گرم ہوا کسی نے.... بتایا کسی نے دیگر گو ٹھکرایا۔ بہر حال اُنکو بھی جگہ مل گئی۔ تھوڑی دیر میں واہ واہ کا شور بلند ہوا۔ ایک شاعر مست و بیخود چلا آ رہا تھا پریشان بال۔ پریشان حال۔ گریباں چاک۔ منہ پر خاک مجسم شاعر سراپا، شاعر آتے ہی ایک تان بھری ”سنگیں زندگی لطف سے کٹ رہی ہے۔ غم آزادیاں ہیں جنون کاریاں ہیں،، لوگ وجد میں آ رہے تھے وہ جھوم جھوم کر پڑھ رہا تھا اور پی رہا تھا۔ یہ جگر تھے ان کے ساتھ عوام اور خواص دونوں تھے ایک گروہ مخالف نے اُنکے داخلے پر اعتراض کیا کہ یہ سطحی شاعر ہیں مگر دوسرے نے یہ کہکر منہ بند کر دیا کہ ”بہر حال شاعر ہیں،، اس پر بڑی بحث و تکرار رہی۔ آخر کو طے پایا کہ جو کچھ جذباتی

شاعر ہیں اس لیئے مناسب جگہ کے مستحق ہیں۔ ابھی سب جگر کے رس بھرے نغمون سے سنبھلنے نہیں پائے تھے کہ ایک غربت زدہ افلاس کا مارا گر تیوری چڑھی۔ خونخواری ٹپکتی ہوئی نمودار ہوا۔ لکھنؤ کی جماعت نے یہ کہکر منھ پھیر لیا کہ "یہ ہمارا دشمن ہے" بہت سے لوگون نے یون بے رخی برتی۔ "وہ غالب شکن" ہے گر یاس یا یوس نہیں ہوا وہ دھن کا پکا اور ارادے کا پورا اپنے لکھے پر ڈٹا رہا۔ لعنت وملامت کے پتھر سہتا مگر گردن نہ جھکاتا۔ تنقیص وتنقید کا نشانہ بنتا۔ مگر ہار نہ مانتا۔ رسوائی اور بدنامی گو دیپھیلائے بڑھتی مگر سنبھل جاتا۔ دنیا کی نظرون سے اتر چکا تھا۔ مگر اپنی نظر سے نہیں۔ یہی اسکی سب سے بڑی کامیابی تھی یہی اسکی عظیم الشان فتح تھی اس نے کڑک کر ایک غزل پڑھی۔

"سراپا راز ہون میں کیا بتاؤن کون ہون کیا ہون ـ سمجھتا ہون مگر دنیا کو سمجھانا نہیں آتا" لوگ چپ تھے مگر دل ہی دل میں داد دے رہے تھے۔ بعض جوہر شناس اور انصاف پسند ایسے بھی تھے جو کھل کر تعریف کر رہے تھے۔ اس نے غزل پڑھی۔ اور بد دماغی سے منھ پھیر لیا۔ اسکو بعد بہت سے نوجوان شعرا داخل ہوئے کچھ روک لئے گئے۔ اور کچھ اندر آنے پائے۔ ان نوجوانون میں ایک شاعر اختر انصاری بھی تھا۔ دکھے ہوئے دل کے دکھے ہوئے نالے انکے منھ سے نکل کر تمام محفل پر چھاگئے لوگون نے اصل شاعری کو انکی زبان سے سُنا۔ جذباتی دنیا میں ایک تلاطم برپا ہوا دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔ جب اُس نے یہ شعر پڑھا۔

"سب کہین غم کے کون کرتا ہے ہمارے راز فاش ✦ جب میرے لب پر محبت کی کہانی آئیگی" اُس نے پھر آبدیدہ ہوکر یہ شعر پڑھا۔

"ان آنسونکی مرے دوست وجہ کچھ بھی نہیں ✦ شب بہار میں پینے کی مجھکو عادت ہے" بعض قدامت پسندون نے اسے برابر ٹھالنے مین عار سمجھا مگر نوجوان اور جذباتی طبقہ نے اسکی بڑی قدر کی۔ اب محفل پورے طور پر جم چکی تھی۔ ہر طرف واہ واہ اور سبحان اللہ کا شور تھا۔ چاندنی رات تھی پھول کھلے ہوئے تھے۔ میں نے اس چمن کو دیکھا اور این زندہ دلون کو دیکھا۔ محبت سے میرے آنسو بھر آئے۔ ماضی کی خلش مٹ گئی۔ مستقبل کی طرف سے اطمینان ہوگیا دل کو مسرت ہوئی کہ اردو شاعری کا لٹتا ہوا شباب پھر لوٹ آیا۔ اب وہ دنیا کی بڑی سے بڑی زبان کے مقابلے میں پیش کی جاسکتی ہے۔ میں انھین خیالات میں منہمک تھا کہ کسی نے کہا "اصغر" گئے "کہان؟" میرے منھ سے بے اختیار نکلا اور پھر حاضرین کا اترا ہوا چہرہ دیکھکر خاموش ہوگیا۔ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ پھر معلوم ہوا "اقبال بھی نہیں رہے" میں نے مڑکر دیکھا انکی بھی جگہ خالی تھی۔ اس مقام پر ابتک تناور درخت کھڑا تھا جسکی اونچائی آسمان کو شرمندہ کر رہی تھی۔ اور جس کی شاخیں مشرق ومغرب جنوب وشمال میں پھیلی ہوئی تھیں درخت پھولوں کی کثرت سے جھکا جاتا تھا۔ جو دانا تھے گود کو پھیلاکر پھول پھل کو دامن میں لے رہے تھے۔ یہ درخت اقبال کی چمن بندی کا نسخہ تھا جو کبھی نہ مرجھائے گا۔ مخالف ہواؤن میں۔ آندھیونکی زد میں بھی یونہی کھڑا رہیگا۔ آنے والی نسلین تھکے ہوئے مسافر۔ بھولے بھٹکے راہی اس درخت کے سائے میں آرام کرینگے اور پھل کھائینگے۔ یہی خیالات چھائے ہوئے تھے کہ کسی نے مجھے زور سے جھنجھوڑا میں چونک پڑا۔ آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو ضیا صاحب اپنی مخصوص وضع میں کھڑے مسکرا رہے تھے۔ کہنے لگے "ڈاک کا وقت ہے اور ابتک آپنے مضمون نہیں لکھا" مین نے کہا "دو چیزون سے بہت ڈر لگتا ہے ایک تو مضمون نگاری سے دوسرے آپ کی نافرمانی سے کچھ اور کہنے والے تھے مگر مین نے یہ کہکر اطمینان دلادیا کہ مضمون تیار ہے۔

(نوٹ) ہمارے مضمون نگار صف اول میں کچھ اتنے محو تھے کہ انھین پشت کے حضرات نظر ہی نہ پڑے بلکہ انھون نے پشت کے حضرات کو بالکل ہی نظرانداز کر دیا۔ جوش کے پیچھے ہی احسان بن دانش اور وجد بھی بیٹھے تھے۔ اور جوش مڑمڑ کر دونون کو دیکھتے جاتے اور مسکراتے جاتے تھے۔ ڈور تین حضرات اور بھی دروازون سے داخل ہوئے مگر مضمون نگار کی آنکھ قبل از وقت کھل گئی۔

(باقی صفحہ ۸ کالم ۲)

اپنا لینا آسان نہیں جبکہ جملہ اہل قصبہ کو وہی حق حاصل ہے جو ایک گروہ کو۔ ہم اہل وطن کو خاص طور پر اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے اس پرانہ ادارہ کو قبل از وقت دفن ہونے سے بچائیں۔ گو سکراتی حالت اس پر طاری ہوچکی ہے مگر قابل علاج ہے۔ اگر اچھے طبیبون سے رجوع کیا جائے۔ ہم کو امید ہے کہ اہل قصبہ ہماری گذارش پر توجہ کرینگے۔ اور جلد عملی قدم اٹھانے کی اطلاع ملیگی۔

# وطن کی خبریں

ضروری :۔ اہل اور احباب و رجال وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں
گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات فرمائیں
اور ذکر کرکے مشکور کرتے رہیں۔ (ایڈیٹر)

**موسم :۔** ۵ رجون کو آندھی آنے کے بعد موسم میں تبدیلی ہوگئی تھی اور وہ گرمی کی شدت دفع ہوئی تھی کہ ۸ رجون کو بعد دوپہر پانی کا ایک چھینٹا ہوا جس نے ہوا میں کچھ خنکی پیدا کر دی تھی۔ کئی دن تک سکون رہا اس کے بعد پھر گرمی حبس کی تکلیف ہونے لگی اور بعض روز دن میں سخت دھوپ بھی ہوئی۔ ۸ رجون کے بعد صرف ایکدن بارش ہوئی تھی۔ ماہ جون میں کوئی اچھا پانی نہیں گرا۔ اکثر سرد ہوا چلنے سے قرب و جوار میں بارش ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ فضا میں بادل آتے ہیں اور گذر جاتے ہیں۔ اب کبھی دن کے وقتہ وقتہ سے روزانہ پانی برس جاتا ہے بعض وقت بعض جگہ [illegible]

**آب و ہوا :۔** گذشتہ ماہ میں شدید گرمی پڑنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو قے و دست ہونے کی اطلاعات ملی تھیں۔ علاج معالجہ سے لوگ اچھے ہو گئے کسی حادثہ کی خبر نہیں سنی گئی۔ اس طرف قصبہ میں کسی خاص شکایت کا ہونا نہیں سنا گیا۔ سوائے کچھ لوگوں کو ملیریا کا حملہ ہوا معلوم ہوا۔

**ولادت :۔** (۱) اطلاع ملی ہے کہ ۱۳ رمئی [illegible]ء کو مشیر الملک عالیقدر قاضی علی حیدر رضا عباسی مشیر المہام (ریاست بھوپال) کے یہاں بمقام بھوپال فرزند تولد ہوا۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور مولود کی عمر دراز ہو اور صاحب اقبال کرے۔

(۲) ۱۱ رجون [illegible]ء کو بابو کاشا پرشاد خلف بابو موہن چند صاحب (محلہ کایستھان) کے یہاں فرزند تولد ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ ہم دلی مبارکباد کے ساتھ مولود کی درازی عمر و اقبال کی دعا کرتے ہیں۔ ولادت کے تقریب کے سلسلہ میں بابو موہن چند صاحب کی جانب سے ۲۲ رجون کو بڑے پیمانہ پر ہندو مسلمانوں کی دعوت کا انتظام کیا گیا تھا جسمیں قصبہ کے تمام معززین ہندوؤں اور مسلمانوں نے شرکت کی تھی۔ دعوت کا انتظام بڑی اولوالعزمی سے کیا گیا تھا۔ قصبہ کے علاوہ باہر سے بھی بابو صاحب کے اکثر اعزہ و احباب تقریب میں شرکت کیلئے آئے تھے۔

**نتائج امتحانات :۔** حسب ذیل طلبہ کی کامیابی پر ہم اُن کو اور اُنکے سرپرستوں کو پُرخلوص مبارکباد دیتے ہیں اور آئندہ کامیابی کے لئے دست بدعا ہیں :۔ منشی یونس حسن علوی ایم۔ اے (ایم۔ اے اردو میں) چودھری وقار احمد (میٹرک فائنل) عشرت علی علوی (انگریزی مڈل) تمکین الدین علوی۔ طب (سال سوم)

**تقریبات :۔** (۱) ۱۴ رجون [illegible]ء کو فاروق احمد خلف منشی عبدالشکور صاحب کا عقد دختر مرحوم محسن علی شاہ صاحب (چودھری محلہ) کا عقد بمقام ملیح آباد منشی عباس علی صاحب کی دختر سے ہوا۔ اور ۲۵ رجون کو دعوت ولیمہ ہوئی جس میں قصبہ کے لوگوں نے شرکت کی تھی۔ ہم اس تقریب مسعود کی خوشی پر محسن علی شاہ و عبدالشکور صاحبان کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

(۲) دریافت ہوا کہ بابو سورج نرائن کھرے صاحب (محلہ کائستھان) کا عقد ثانی ۱۲ رجون [illegible]ء کو منشی سندر لعل صاحب کانپوری کی صاحبزادی سے ہوا۔ خداوند کریم مبارک فرمائے۔

بابو رام نرائن لعل، تحصیلدار، ریاست حیدرآباد۔ اس تقریب میں شرکت کے لئے جالنہ سے آئے تھے۔

(۳) رفیق احمد علوی اطلاع دیتے ہیں کہ ڈاکٹر احمد مجتبیٰ علوی (ہومیو پیتھ) خلف اکبر حکیم سید حکیم الدین علوی صاحب برق کا عقد ثانی فرخ آباد میں منشی باسط علی مرحوم فرخ آبادی کی بڑی صاحبزادی سے ۵ رجون کو ہوا اسی دن شام کو رخصتی عروس عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ ہم دلی تہنیت و تبریک پیش کرتے ہیں۔

**معاودت وطن :۔** انتہائی مسرت کیساتھ یہ خبر سنی گئی کہ منشی محمد آصف علوی خلف دوم منشی منظور علی صاحب علوی (ٹیچنگ مڈل) جنکو ڈفرن جہاز سے ہندوستانی بحری فوج میں افسری کی تعلیم کیواسطے گورنمنٹ آف انڈیا نے [illegible]ء میں منتخب کیا تھا اور جو دسمبر [illegible]ء میں ہندوستان سے بغرض تعلیم انگلستان کو روانہ ہوئے تھے۔ بفضلہ ۶ رجون [illegible]ء کو بخیر تمام بعد ختم تعلیم واپس آگئے۔ ۲۹ راپریل [illegible]ء سے انکو کنگس کمیشن مل گیا اور اسی تاریخ سے بمشاہرہ ڈھائی سو ماہوار بعہدہ سب لفٹننٹ ہندوستانی بحری فوج (رائل انڈین نیوی) میں انکا تقرر ہو گیا۔ محمد آصف علوی ڈفرن جہاز سے پہلے مسلمان اور ہندوستان میں دوسرے مسلمان ہیں

جنگ گورنمنٹ آف انڈیا سے اس عہدہ کے واسطے منتخب کیا گیا ہم منشی منظور علی صاحب علوی اور محمد آصف علوی کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں

**واپسی از وطن:۔** حسب ذیل حضرات بعد ختم رخصت و تعطیلات اپنی اپنی جا ملازمت پر واپس گئے:۔ شیخ محمد حسن عباسی، شیخ مصلح الدین احمد اسٹیر۔ منشی بشیر احمد علوی۔ بی۔ اے۔ قادری احمد حسن علوی، مولوی حامد حسن علوی، منشی حبیب احمد علوی، ایم۔ ایس۔ سی۔ مولوی حنیف الدین علوی، منشی عبدالوالی علوی۔

**صحت و تندرستی:۔** (۱) شیخ حیدر حسن عباسی، کو ڈاکٹری علاج سے بہت افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد ہاشم صاحب کے مشورہ کو ڈاکٹر حافظ حاجی حفیظ اللہ صاحب سول سرجن سے رجوع کیا تھا۔ انہیں کے نسخے استعمال میں ہیں۔ پہلے کے مقابلہ میں طبیعت چاق ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد ازالۂ مرض فرما کر حیدر حسن اور انکے اعزہ کو مطمئن فرمائے۔

(۲) بیوۂ قاضی اعجاز علیخان مرحوم کے متعلق کلکتہ سے اطلاع ملی ہے کہ بمقابلہ پہلے کے اچھی ہیں اور بڑی حد تک شکایات دفع ہو چکی ہیں ابھی ضعف بہت ہے۔ خداوند کریم جلد صحت کلی عطا فرمائے۔

**علالتیں:۔** (۱) مولوی یقین الدین علوی جو بغرض علاج بنگلور گئے تھے وہاں کے ماہر چشم ڈاکٹر نے آنکھوں کے علاج کرنے سے معذوری ظاہر کی لہذا مدراس گئے ہیں وہاں کے ڈاکٹر نے اولاً مصفیات کا استعمال کرنا تجویز کیا ہے اس کے بعد وہ اپریشن کے متعلق کوئی فیصلہ کرینگے۔ مدراس کے سرکاری اسپتال میں داخل ہو گئے ہیں۔ کوئی طریقہ علاج بھی ہو باری تعالیٰ یقین الدین سلمہ کو مفید ہو اور انکی بینائی عود کرے۔

(۲) اہلیہ شیخ شاکر علی صاحب عباسی (احاطہ غلام جیلانی) کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ لکھنؤ میں علیل ہیں۔ بخار رہتا ہے اور آنتوں میں بھی تکلیف ہے ضعف بہت ہو گیا ہے۔ اللہ رحم کرے اور مریضہ کو صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔

(۳) اہلیہ منشی عزیز علی صاحب (تنجیہ تلہ) کو بخار برابر رہتا ہے اب ڈاکٹر سید محمد ہاشم صاحب نے دوسرا دور انجکشن کا لگانے میں شروع کیا ہے۔ ضعف بہت ہے خداوند کریم مریضہ کو جلد صحیح و تندرست فرمائے۔

(۴) ریحانہ خاتون دختر قاضی راشد علیخان عباسی بی۔ اے۔ کو

حرارت ابھی آئے جاتی ہے۔ کمزور و نحیف بہت ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر سید محمد ہاشم صاحب کے مشورہ سے حاجی حافظ ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب ریٹائرڈ سول سرجن کا علاج ہے۔ کھانسی بھی آتی ہے اور سینہ پر بلغم جمع معلوم ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بغور اور پوری توجہ سے علاج کرنیکی ہدایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ بچی کو جلد صحیح و تندرست فرما کر والدین و اعزہ کو مطمئن فرمائے۔

**متفرقات:۔** (۱) مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس کا جلسہ کا التوا احباب مولوی۔ اے۔ کے۔ فضل الحق صاحب کے صاحبزادی کے انتقال کی وجہ سے کیا گیا تھا اور مئی میں شدید گرمی کا بھی خیال تھا۔ اب غالباً شروع اکتوبر میں منعقد کیا جانا طے پایا ہے اور مولوی صاحب ممدوح ابتک بدستور صدارت فرمائینگے۔ ممدوح نے گذشتہ تحریر میں جلد تاریخوں کا تعین فرما کر اطلاع دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

(۲) ۵ اور ۶ جون سنہ ۴۳ء کی درمیانی شب میں بمقام محلہ دلی نگر جناب مولوی محمد مہدی صاحب مرحوم کی کوٹھی کے وسیع صحن میں ایک بزم مشاعرہ زیر انتظام مولوی غلام مرتضیٰ خلف مولوی محمد عاصم صاحب قیس منعقد ہوئی تھی۔ اجتماع بہت اچھا تھا اور شعرا کی تعداد بھی کافی تھی۔ پہلے اکثر شعرائے غیر طرحی غزلیں پڑھیں اس کے بعد طرحی غزلیں (وجہ تنگی وقت ۳ طرحوں کا اعلان کیا گیا تھا) سلسلہ شروع ہوا بعض شعرائے تینوں طرحوں پر طبع آزمائی کی تھی۔ سہیل لکھنوی کی طرحی غزل اور غیر طرحی غزلوں کی حاضرین نے بہت داد دی۔ مشاعرہ کی صدارت الحاج منشی امیر احمد صاحب علوی، بی۔ اے (ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر) نے کی تھی۔ مشاعرہ شروع ہونے سے قبل حاضرین کو فالسہ کا شربت پلایا گیا۔ اور پان، سگریٹ و حقہ سے برابر تمام وقت تواضع ہوتی رہی۔

(۳) حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ کا فاتحہ سالانہ ۲۴ جون کو بعد مغرب تکیہ شریف کا ظمیہ پر ہوا۔ اور بعد فاتحہ حاضرین کو تبرک تقسیم کیا گیا اور حسب دستور قصبہ میں گھر گھر کھانے بھیجے گئے۔ بعد نماز عشاء محفل قوالی ہوئی اور دوسرے دن صبح کو بھی مجلس سماع منعقد ہوئی اہل ذوق حضرات کو خوب لطف آیا۔

(۴) یہ سن کر خوشی ہوئی کہ اقبال احمد علوی خلف کپتان حکیم احمد حسین

علوی، سول سرجن، واٹرلس ایریٹر کے امتحان مقابلہ میں کامیاب ہو کر کلکتہ ایک سال کی ٹریننگ کے لیے گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے اور آئندہ زندگی میں اور کامیابیاں حاصل کریں۔

(۵) ہمکو یہ سنکر بہت افسوس ہوا کہ منشی نظیر حسن، پوسٹ ماسٹر جو یہاں بہت عرصہ سے متعین تھے اور اپنے طرز عمل سے بہت ہر دل عزیز تھے۔ تبدیل ہو کر قصبہ ساندی جا رہے ہیں تمام اہل قصبہ کو پوسٹ ماسٹر صاحب کے تبادلہ کا دلی صدمہ ہے۔ ہم کو معلوم ہوا کہ اہل کاکوری نے پوسٹ ماسٹر صاحب کے تبادلہ کے منسوخ ہونیکی کوشش کی ہے اور ایک درخواست بھی ڈاکخانہ کے افسران متعلقہ کے پاس ہندو مسلمان باشندگان کاکوری کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ ہم کو امید ہے کہ افسران متعلقہ اہالیان قصبہ کی خواہشوں کا لحاظ کرتے ہوئے منسوخی تبادلہ کا حکم جلد روانہ کر کے یہاں کے پبلک کو مشکور کریں گے۔ نظیر حسن صاحب کی جگہ پر قاضی ابرار احمد صاحب سیتاپور سے کاکوری آ رہے ہیں۔

**حادثات:**۔ ہم نے دلی رنج و افسوس سے اس خبر کو سنا کہ یہاں صالح حافظ عباس علی (شیخ سعدی محلہ) ساکن ۱۰/۱۷ جون کو درمیانی شب میں انتقال کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت ہی نیک اور مخلص انسان تھے۔ تقریباً پندرہ سولہ سال سے حاجی محمد حسن صاحب علوی مالک انوار بک ڈپو لکھنؤ کے یہاں ملازم تھے اور اپنے تدین اور کارگذاری سے حاجی صاحب کا پورا اعتبار حاصل کر لیا تھا اور انکو مرحوم پر بہت اطمینان و بھروسہ تھا۔ مرحوم نے ۲ لڑکے اور تین لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں۔ ہم کو اس حادثہ میں مرحوم کے بیوہ اور بچوں سے دلی ہمدردی ہے۔ اور مرحوم کی مغفرت کے ساتھ بیوی، بچوں اور اعزہ کو باری تعالیٰ سے صبر جمیل عطا فرمانے کی دعا کرتے ہیں۔

(۲) معلوم ہوا کہ مسمی چھٹن خوشیش سنگھ ورت) متہار (ہردوہ تالاب) کو کسی نے ۲۱/جون سنہ ۶۱ء کی شب کو قتل کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون یہ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ موضع بھٹ گاؤں میں مرحوم نے آم کے باغ کی فصل لی تھی اور وہیں رات کو رہتے تھے کہ آموں کی چوری کے سلسلہ میں قتل کر کے لاش نہر کے قریب ڈالدی جس کو دوسرے دن دیکھا گیا۔ اور پولیس میں اطلاع کی گئی۔ آجکل قصبہ اور مضافات سے روزانہ آم کے باغوں میں بکثرت آم توڑنے کی اطلاعیں آ رہی ہیں بلکہ بعض بعض باغوں کا تو بالکل صاف ہو جانا بیان کیا جاتا ہے۔ یہ چوری نہیں بلکہ ڈاکہ کہا جائیگا کہ ۲۰-۲۰-۳۰-۴۰ کا گروہ باغ پر حملہ آور ہو کر خریداران باغات اور انکے ہمراہیوں کو حراست میں لے لیتا ہے اور باقی لوگ باغ کا صفایا کر دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کام میں موٹر لاریاں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔

(۳) دیجاپور (دکن) کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ میر ناصر علی عباسی معہ بیوی بچوں وغیرہ کے اورنگ آباد سے گیارہویں کے فاتحہ کے سلسلہ میں بیجاپور گئے تھے۔ وہاں انکے صاحبزادے اختر حسین عباسی کو شدید بخار آ گیا اور پوتی (دختر اختر حسین) کے چیچک نکل آئی تھی۔ اب اختر حسین عباسی کو بخار نہیں ہے اور بچی کی چیچک بھی مرجھا گئی ہیں۔

# انجمن اخوان الصفا

قصبہ کا یہ بہت پرانا ادارہ ہے۔ اور ہم نے اس کے عروج کا زمانہ دیکھا ہے۔ نواب یار جنگ بہادر مرحوم نے اسمیں چار چاند لگا دیئے تھے۔ دور و نزدیک اس انجمن کی کافی شہرت تھی۔ اس زمانہ کے طلبہ جو اس وقت مقتدر ہستیاں کہی جاتی ہیں نواب یار جنگ کے زمانہ اور مرحوم کی زندہ دلی اور ذوق علمی کو یاد کر کے سر دھنتے ہیں۔ جب انجمن اخوان الصفا کا ذکر آتا ہے تو چشم پر آب ہو جاتے ہیں۔

مذاکرہ علمیہ کے جلسہ تو کجا نہ وہ لائبریری رہی اور نہ اس کے سرمایہ کا جو تقریباً پانسو چھ سو روپیہ بیان کیا جاتا ہے کچھ پتہ ہے۔ قصبہ کے تھوڑے لوگوں کو صرف اتنا علم ہوگا کہ منشی محمود علی مرحوم کی کوٹھی کے بالائی کمرہ میں کچھ اثاثہ از قسم کتابوں اور کرسیوں کے باقی ہے۔ اور بس۔ برسوں ہو گئے جلسوں کے نام بھی نہیں سنے۔ غالباً گذشتہ محرم کی تعطیلات میں ایک جلسہ ہونے کا بعد کو علم ہمیں ہوا اور امید بندھی تھی کہ انجمن کی زندگی پھر سے ہوگی نیز خیال تھا کہ تعطیلات گرما میں جبکہ بیشتر اہل وطن حیدرآباد وغیرہ سے وطن آتے ہیں کوئی جلسہ انجمن کا ہوگا۔ لیکن وہ ایام بھی گذر گئے۔ یہ بھی سنا تھا کہ انجمن ترقی اردو کی شاخ انجمن کی زیر سرپرستی قائم ہوگی لیکن اب تو سوال ہی دوسرا ہے۔ کسی ادارہ کو

(یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار (مولوی محلہ (لال باغ)، کاکوری سے سید محمد مشیر الدین نے شائع کیا)